# مرض وصحت اور اسلام

(۳)

مولانا سید جلال الدین عمری

اس دنیا میں صحت کے ساتھ مرض بھی لگا ہوا ہے ہزار احتیاط کے باوجود آدمی یہاں بیمار ہوتا رہتا ہے اس صورت میں فوراً علاج کی فکر ہونی چاہیے مرض میں علاج سے غفارت کرنا موت کو دعوت دینا ہے یہ نہ دانشمندی ہے اور نہ دینداری۔ احادیث میں دوا علاج کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی ضرورت اور افادیت کو مختلف پہلوؤں سے نمایاں کیا گیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ما انزلہ اللہ داءً الا انزل لہٗ شفاءً ؎۱

اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لئے شفا بھی اتاری ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لکل داءٍ دواءٌ فاذا اصیب دواء الداء برأ باذن اللہ ؎۲

ہر مرض کی دوا ہے جب دوا لگ جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے صحت ہو جاتی ہے۔

---

۱؎ بخاری، کتاب الطب ۲؎ مسلم، کتاب السلام باب لکل داءٍ دواءٌ و استحباب التداوی

ذکوان ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی جسے زخم تھا عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپ نے اس کے لوگوں سے فرمایا کہ فلاں قبیلہ کے طبیب کو بلاؤ وہ آیا تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ کیا دوا سے بھی کوئی فائدہ ہوتا ہے آپ نے فرمایا :-

سبحان اللہ وھل انزل اللہ من داء فی الارض الا جعل لہ شفاء[1]۔

سبحان اللہ! اللہ نے زمین میں کوئی مرض نہیں اتارا مگر یہ کہ اس کے لئے شفاء بھی رکھی

-۴-

ان احادیث میں دواؤں کی وسیع تاثیر اور زبردست افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور مریض کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے اس لئے بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے بلکہ صحیح علاج کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس بیماری کے لئے جو دوا رکھی ہے وہ اگر مل جائے تو وہ بیماری اس کے حکم سے ٹھیک ہو جائے گی اس میں دواؤں کی تلاش و تحقیق اور نئی معلومات حاصل کرنے کے لئے ترغیب ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے تو جن بیماریوں کا علاج ابھی نہیں معلوم ہے اس کی تلاش جاری رہنی چاہیئے۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکل داء دواء (ہر بیماری کی دوا ہے) مریض اور طبیب دونوں کے لئے تقویت کا باعث ہے اس میں علاج کی تلاش کی ترغیب بھی ہے اگر مریض کو یہ محسوس ہو کہ اس کا مرض لا علاج نہیں ہے بلکہ اس کا علاج ممکن ہے تو اس کا دل امید سے بھر جائے گا اور مایوسی ختم ہو گی۔ اس سے وہ اپنے اندر نفسیاتی طور پر مرض پہ غالب آنے والی توانائی محسوس کرے گا اسی طرح

---

[1] مسند احمد ۵/۳۷۱،

طبیب کو جب معلوم ہو گا کہ ہر بیماری کی اللہ تعالٰی نے دوا رکھی ہے تو تلاش اور جستجو اس کے لئے ممکن ہو گی[۱]

اس دنیا میں ہر ذی حیات مخلوق کو موت کا مزہ چکھنا پڑتا ہے اسی طرح بچپن اور جوانی کے بعد بڑھاپے کا مرحلہ لازماً آتا ہے اور قانون فطرت کے مطابق اس کی تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ بڑھاپے اور موت کو تو دوا علاج کے ذریعہ ٹالا نہیں جا سکتا ان کے علاوہ ہر بیماری کا علاج اللہ تعالٰی نے رکھا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ بدوؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، "الا نتداوی" کیا ہم دوا علاج نہ کریں؟ آپ نے فرمایا:۔

نعم یا عباد اللّٰہ تداووا فان اللّٰہ لم یضع داء الا وضع لہ شفاءً او قال دواءً الا داءً واحداً فقالوا یا رسول اللّٰہ وما ھو؟ قال الھرم[۲]

ہاں! اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لئے کہ اللہ نے جو بیماری بھی پیدا کی ہے اس کے لئے شفا اور دوا بھی رکھی ہے۔ آپ نے شفاء یا دوا کا لفظ استعمال فرمایا) سوائے ایک بیماری کے۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کیا بیماری ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بڑھاپا!!

ایک روایت میں ہے:۔

تداووا عباد اللّٰہ فان اللّٰہ عزوجل لم ینزل داءً الا نزل معہ شفاء الا الموت والھرم[۳]

اللہ کے بندو! علاج کراؤ! اس لئے کہ اللہ عزوجل نے موت اور بڑھاپے کے سوا جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لئے شفا ر

---

[۱] الطب النبوی صفحہ ۱۲ [۲] ترمذی، ابواب الطب، باب ماجاء فی الدواء والحث علیہ، ابوداؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوی [۳] مسند احمد ۴/۳۲۷۔

بھی رکھی ہے۔

انسان نے زمانہ کے ساتھ طب میں بڑی ترقی کی ہے اس نے بہت سی بیماریوں کا علاج معلوم کر لیا ہے۔ تحقیق اور تجربہ سے اس کی معلومات میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود ایسی بیماریاں موجود ہیں جن کا علاج ابھی تک اس کی دسترس سے باہر ہے ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میدان میں تحقیق کی بڑی گنجائش ہے بلاشبہ وہ قانون فطرت کو توڑ کر بڑھاپے اور موت کو تو روک نہیں سکتا لیکن اگر وہ ہمت نہ ہارے اور اپنی تحقیق جاری رکھے تو ان امراض پر بھی قابو پا سکتا ہے جن پر آج اسے قابو نہیں ہے

حضرت اسامہ بن شریکؓ ہی کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:۔

جاء اعرابی فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنتداوی؟ قالؐ نعم فان اللہ لم ینزل داء الا انزل لہ شفاء علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ[1]

ایک اعرابی آیا۔ عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم علاج کریں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں علاج کرو اس لئے کہ اللہ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی شفا بھی اتاری ہے جو اسے جانتا ہے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا نہیں جانتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:۔

ان اللہ لم ینزل داء الا انزل لہ شفاء علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ[2]

اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی شفا بھی اتاری ہے جاننے والا اسے جانتا ہے نہیں جاننے والا نہیں جانتا۔

---

[1] مسند احمد ۴/۲۷۸ قال الشوکانی اخرجہ ایضاً النسائی والبخاری فی الادب المفرد وصححہ ابن خزیمہ والحاکم نیل الاوطار ۹/۹۰ [2] مسند احمد ۱/۳۷۷، ۴۱۳ قال الشوکانی اخرجہ ایضاً النسائی وصححہ ابن حبان والحاکم نیل الاوطار ۹/۹۰ ۲۰۰

یہ روایات بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے لیکن اسے جاننے والے
ہی جانتے ہیں ہر شخص کا اس سے واقف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اس میں اس بات کی طرف
بھی اشارہ ہے کہ مرض کا علاج واقف کار ہی سے ہونا چاہیئے۔ کسی ناواقف شخص کی طرف
رجوع کرنا صحیح نہیں ہے بعض دوسری حدیثوں سے اس کا صراحتاً ثبوت بھی ملتا ہے۔

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کے زخم لگا،
اس سے خون پوری طرح نہیں بہا اور بند ہو گیا اس نے بنو انمار کے دو آدمیوں کو علاج کے
لئے بلایا انہوں نے اسے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ
تم دونوں میں سے کس کو طب کی واقفیت زیادہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور!
کیا طب میں بھی کوئی خیر ہے؟ مطلب یہ کہ کیا اس کی بھی کوئی افادیت ہے آپؐ نے فرمایا۔
انزل الدواء الذی انزل الادواء دوا بھی اتاری ہے اس ذات نے جس
نے بیماریاں اتاری ہیں۔[۱]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت
کے لئے تشریف لائے۔ میرے سینہ پر دست مبارک رکھا۔ میں نے اپنے قلب کے اندر
اس کی ٹھنڈک محسوس کی آپؐ نے فرمایا تمہیں دل کی شکایت ہے تم قبیلہ ثقیف کے
حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ وہ (اس مرض کا) علاج کرتا ہے (یا اچھا طبیب ہے) اس
شریف میں آدمی کو مدینہ کے سات اچھی قسم کے چھوہارے گٹھلیوں سمیت کٹوا کر پھانکنے
کرنا چاہیئے۔[۲]

وقت ضرورت ایک سے زائد ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے

---

[۱] موطا امام مالک، کتاب الجامع، باب تعالج المریض [۲] ابوداؤد، کتاب الطب باب فی تمرۃ العجوۃ

فرمایا کسی طبیب کو بلاؤ تاکہ میرے زخم کو دیکھے۔ چنانچہ عرب کے ایک طبیب کو لوگوں نے بلایا۔ اس نے نبیذ پلائی لیکن نبیذ خون کا رنگ لیے ہوئے زخم سے نکل گئی پھر میں نے انصار کے قبیلہ بنو معاویہ کے ایک حکیم کو بلایا اس نے دودھ پلایا تو دودھ سفید چمکتا ہوا نکل آیا[1]

حکیم اور ڈاکٹر کو اجرت اور معاوضہ دینا بھی ثابت ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ نامی ایک غلام نے آپؐ کو پچھنا لگایا آپؐ نے دو صاع غلہ اسے دینے کے لیے کہا اور اس کے مالکوں سے بھی گفتگو کی کہ اس سے وہ جو معاوضہ لیتے ہیں اس میں تخفیف کردیں۔ آپؐ نے پچھنا لگوانے کی افادیت بیان کرتے ہوئے، فرمایا کہ جو علاج تم کراتے ہو اس میں بہترین چیز پچھنا لگوانا ہے[2]

ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تین غلام تھے پچھنا لگانے کے فن سے واقف تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان میں سے دو کو اپنے اور گھر والوں کے لئے غلہ کا انتظام کرنے پر لگا دیا تھا اور ایک کے ذمہ ان کو اور ان کے گھر والوں کو (وقت ضرورت) پچھنا لگانے کا کام تھا[3]

اس سے FAMILY DOCTOR کا جواز نکلتا ہے اگر حالات اجازت دیں تو گھر کے علاج کے لیے متعین حکیم یا ڈاکٹر رکھنا یا اس کی خدمات حاصل کرنا غلط نہیں ہے۔

اسلام نے جہاں مریض کو علاج کی ترغیب دی وہیں کسی بھی شخص کو طب کا علم حاصل

---

۱ مسند احمد تحقیق احمد محمد شاکر ۱/ ۲۸۲، ۲۸۳۔ ۲ بخاری، کتاب الطب، باب الحجامۃ من الداء، مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب حل اجرۃ الحجامۃ ۳ ترمذی، ابواب الطب باب ما جاء فی الحجامۃ۔ اس کے ایک راوی عباد بن منصور کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے بارے میں یہ بھی رائے ہے کہ ان کی روایات چھوڑی نہ جائیں بلکہ انہیں لکھا جائے، ملاحظہ ہو تہذیب الکمال فی اسماء الرجال۔

کئے بغیر علاج کرنے سے سختی سے منع کیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

من تطبب ولم یعلم منہ طب فھو ضامن[1]

طب کو اچھی طرح نہ جاننے کے باوجود جس نے علاج کیا اور اس سلسلہ میں وہ متعارف نہیں تھا تو وہ کسی بھی نقصان کا ضامن ہوگا

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا :۔

ایما طبیب تطبب علی قوم لا یعرف لہ تطبب قبل ذالک فاعنت فھو ضامن[2]

جس شخص کا پہلے سے طبیب ہونا معلوم نہیں تھا، اس نے لوگوں کا بتکلف علاج کیا اور نقصان پہونچایا تو وہ ضامن ہوگا ۔

طب ایک مظلوم پیشہ رہا ہے اس کا کوئی معیار نہیں تھا سنی سنائی معلومات ناقص اور ادھورے تجربات کی بنیاد پر لوگ طبابت اور حکمت کرتے رہے ہیں۔ اب بھی اس سطح پر یہ پیشہ مختلف شکلوں میں جاری ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس طرح کے نیم حکیموں اور ناتجربہ کار معالجوں کی وجہ سے کتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اسلام سے پہلے ان خود ساختہ اطباء کے خلاف شاید ہی کوئی قانونی قدم اٹھایا گیا ہو جو شخص طبیب نہیں ہے اس کے علاج سے اگر کسی کو نقصان پہونچے تو اسلام کے نزدیک اسے اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا یہ اتنا سخت قانون ہے کہ اس کے بعد کبھی کوئی نااہل شخص طب کی دکان کھول کر انسانوں کی زندگی سے نہیں کھیل سکتا ۔

امام خطابی فرماتے ہیں :۔

---

[1] ابوداؤد، کتاب الدیات باب فی من تطبب ولم یعلم منہ طب، ابن ماجہ کتاب الطب ۔ [2] ابوداؤد حوالہ سابق ۔

میرے علم کی حد تک اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص علمی اور عملی طور پر طب سے واقف نہیں ہے اس کے علاج سے مریض ختم ہو جائے تو اسے دیت ادا کرنی ہوگی اور اس کا بوجھ اس کے عاقلہ (قریبی رشتہ دار اور ورثاء) اٹھائیں گے البتہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ مریض کی اجازت کے بغیر وہ علاج نہیں کر سکتا تھا[1]

مریض کسی ناواقف کار کے دھوکے میں بھی آسکتا ہے تجربہ کار طبیب سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اسکے مختلف پہلوؤں پر ہمارے فقہاء نے بحث کی ہے اس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے[2]۔

علاج و معالجہ کی فقہی حیثیت پر بھی تھوڑی سی بحث مناسب ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیماریوں کا علاج بتایا ہے احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے قاضی عیاض لکھتے ہیں ان احادیث سے فی الجملہ علاج کا جواز نکلتا ہے اور آپ نے جن چیزوں کا بطور دوا ذکر فرمایا ہے ان کے ذریعہ علاج کا استحباب معلوم ہوتا ہے

بعض غالی قسم کے صوفیوں نے علاج و معالجہ کا انکار کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جب ہر چیز اللہ کی طرف سے لکھدی گئی ہے تو دوا دارو کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔
قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے ان کی بھی تردید ہوتی ہے جہاں تک تقدیر کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ ہی کی مشیئت سے ہر کام ہوتا ہے علاج بھی اسی کی مشیت کے تحت ہے اسکی نوعیت واسباب و وسائل کی سی ہے ان کا اختیار کرنا تقدیر سے جنگ کرنے کے ہم معنی نہیں ہے[3]

---

[1] معالم السنن ۴/۳۹۔ [2] اس پر تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو الطب النبوی صفحہ ۱۱۱ و صفحہ ۱۱۲
[3] شرح مسلم للنووی ۲/۲۵۲

حضرت جابرؓ کی روایت لکل داء دواء (ہر بیماری کی دوا ہے) اوپر گذر چکی ہے اس حدیث کے ذیل میں امام نووی لکھتے ہیں :-

| | |
|---|---|
| وفی ھذا الحدیث اشارۃ الی استحباب الدواء وھو مذھب اصحابنا وجمھور السلف وعامۃ الخلف لہ | اس حدیث میں اس بات کا اشارہ ہے کہ دوا کرنا مستحب ہے یہی ہمارے اصحاب (شوافع) جمہور سلف اور خلف میں سے عام لوگوں کا مسلک ہے۔ |

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوا علاج کرانا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب اور پسندیدہ ہے لیکن اگر بیماری کی وجہ سے فرائض و واجبات اور دوسروں کے حقوق ادا کرنا ممکن نہ ہو تو یہ واجب بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ جیسا کہ علماء نے لکھا ہے اس کی نوعیت سبب اور ذریعہ کی ہے اور اسباب و ذرائع کا اختیار کرنا حالات کے لحاظ سے جائز بھی ہو سکتا ہے، مستحب اور واجب بھی ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت سے بحث کرنا ضروری ہے روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ کے رسولوں اور ان کی امتوں کا مشاہدہ کرایا گیا میں نے دیکھا کہ کسی کے ساتھ اس کا ایک ہی ماننے والا تھا، کسی کے ساتھ دو تھے، کسی کے ساتھ چھوٹی سی جماعت تھی اور کسی کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا۔ اسی دوران میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق پر چھائی ہوئی تھی، مجھے خیال ہوا کہ یہ میری امت ہو گی لیکن بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ کی امت ہے پھر میں نے اس سے بھی بڑی ایک جماعت دیکھی جو ہر طرف چھائی ہوئی تھی مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس کے ساتھ ستر

لہ شرح مسلم للنووی ۲/ ۲۵۲

ہزار انسان وہ بھی ہوں گے جو جنت میں اس طرح جائیں گے کہ ان کا حساب نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا:۔

هم الذين لا يتطيرون ولا يكتوون ولا يسترقون وعلى ربهم يتوكلون

یہ وہ لوگ ہیں جو پرندوں کے ذریعہ نہ شگون لیتے ہیں، نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے دریافت فرمایا کہ کیا میرا بھی شمار ان ہی میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! تم بھی ان ہی میں ہو ایک دوسرے شخص نے پوچھا کہ کیا میں بھی ان ہی لوگوں میں ہوں آپؐ نے فرمایا عکاشہؓ تم سے اس میں سبقت لے گئے۔[1]

اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تدبیر کے مقابلہ میں توکل کا مقام اونچا ہے علاج کرانا جائز تو ہے لیکن جو شخص بیماری میں دوا علاج کی فکر نہ کرے اور خدا پر بھروسہ رکھے اس کا شمار ان ستر ہزار خوش نصیب انسانوں میں ہوگا جو بغیر کسی حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے لیکن یہ استدلال کئی پہلوؤں سے غلط ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کا اسوہ یہ ہے کہ صحت خراب ہو تو علاج کرایا جائے اس لئے جو شخص علاج کراتا ہے وہ سنت پر عمل کرتا ہے اور جو نہیں کراتا وہ سنت کو ترک کرتا ہے علاج نہ کرانا کسی فضیلت کا باعث ہوتا تو یقیناً آپؐ اس سے احتراز فرماتے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے علاج اس لئے کرایا تاکہ امت کو یہ بتایا جائے کہ یہ ایک جائز فعل ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ علاج کرانا شرعاً بہتر ہے اور فضیلت کا باعث ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے اس لئے

---

[1] بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق، مسلم کتاب الایمان باب بیان کون ہذہ الامۃ نصف اہل الجنۃ

کہ اگر قرآن وحدیث میں اشارتاً یا کنایتاً ہی سہی علاج ومعالجہ سے منع کیا گیا ہوتا تو اسے منسوخ کرنے اور جواز کا حکم دینے کی ضرورت پیش آتی جب اس سے منع ہی نہیں کیا گیا تو اس کا جواز از خود ثابت ہے۔ کسی حکم کی ضرورت نہیں ہے پھر یہ کہ جواز ثابت کرنے کے لئے دو ایک بار کا علاج بھی کافی ہو سکتا تھا حالانکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے بکثرت علاج کرایا ہے آپؐ کو جو دوائیں یا علاج بتائے جاتے تھے ان کی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ کی طبی معلومات اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ لوگ اس پر تعجب کرتے تھے۔

کسی صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ ترک علاج کی کوئی فضیلت نہیں بیان ہوئی ہے اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف امراض کی دوائیں اور ان کے علاج بتائے ہیں۔ اکابر صحابہؓ کو علاج کا مشورہ دیا ہے اور انہوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے علاج سے احتراز کیا ہو۔ ترک علاج افضل ہوتا تو صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم اس سے اجتناب فرماتے۔

علاج کو توکل کے منافی سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ توکل یہ نہیں ہے کہ آدمی اسباب ووسائل کو اختیار نہ کرے بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے آدمی کو اصل اعتماد اسباب ووسائل پر نہیں بلکہ خدا کی ذات پر ہو وسائل کو اختیار کئے۔ بغیر توکل غلط قسم کا توکل ہوگا۔ بیماری میں توکل یہ ہے کہ آدمی دوا علاج کرنے کے باوجود اللہ پر بھروسہ رکھے اور مرض اور شفا سب کو اسی کی جانب سے سمجھے امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں :۔

صحیح احادیث میں علاج کا حکم ہے یہ توکل کے منافی نہیں ہے جس طرح بھوک پیاس، گرمی اور سردی کو جو چیزیں دور کرتی ہیں ان کے ذریعہ ان کو دور کرنا خلاف توکل نہیں ہے اسی طرح علاج بھی توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ توحید حقیقت ہی اس وقت مکمل ہوتی ہے جب کہ آدمی ان اسباب کو استعمال کرے

جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مقدر کر رکھا ہے اور شرعاً ان کے استعمال کا حکم دیا ہے ان کو چھوڑنے والا اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے توکل کا اعلیٰ مقام حاصل ہے حالانکہ اس سے توکل کو بھی نقصان پہونچتا ہے اور یہ اللہ کے قانون اور حکمت کے بھی خلاف ہے توکل کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو دین و دنیا کے کسی بھی فائدہ کو حاصل کرنے اور دونوں جگہ کسی بھی نقصان سے بچنے میں اللہ پر اعتماد ہو اس اعتماد کے ساتھ اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے ورنہ آدمی حکمت و شریعت دونوں کو چھوڑنے والا ہوگا۔ نہ تو اسے عجز و کوتاہی کو توکل سمجھنا چاہیئے، اور نہ توکل کو عجز اور کوتاہی بنا دینا چاہیئے [۱]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ پر وثوق اور اعتماد ہو اور جسے یہ یقین ہو کہ اللہ کا فیصلہ بہرحال نافذ ہو کر رہے گا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپؐ کی سنت کی اتباع میں اسباب و وسائل کو اختیار کرنا توکل کو نقصان نہیں پہونچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں (ایک نہیں) دو زرہیں پہنیں سر مبارک کی حفاظت کے لئے خود استعمال فرمایا (احد میں) گھاٹی کے دہانہ پر تیر اندازوں کو بٹھایا مدینہ کے اطراف خندق کھدوائی، حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی (صحابہ کو) اجازت دی خود بھی ہجرت فرمائی، کھانے پینے کے ساز و سامان رکھے، گھر والوں کے لئے غلہ جمع کیا اور اس کا انتظار نہیں کیا کہ آسمان سے کوئی چیز نازل ہو حالانکہ آپؐ اس کے زیادہ مستحق ہوسکتے تھے اسی طرح ایک شخص نے آپؐ سے سوال کیا کہ میں اپنے اونٹ کو باندھوں یا کھلا چھوڑ دوں؟ آپؐ نے فرمایا اسے باندھو اور پھر توکل کرو گویا آپؐ

---

[۱] الطب النبوی صفحہ ۱

نے یہ اشارہ کیا کہ احتیاط سے توکل ختم نہیں ہوتا[1]

جب دوا علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے تو پھر حضرت عکاشہ بن محصن رضی کی روایت کا کیا مطلب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ممنوع اور ناپسندیدہ طریقوں کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ صحیح طریقوں کی احادیث میں نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔ اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی :۔

| | |
|---|---|
| ھم الذین لا یتطیرون | یہ وہ لوگ ہیں جو پرندوں کے ذریعہ شگون نہیں لیتے۔ |

اہل عرب کسی کام کے لئے نکلتے یا کوئی مقصد ان کے سامنے ہوتا تو یہ جاننے کے لئے کہ اس میں کامیاب ہوں گے یا ناکام پرندوں کے ذریعہ شگون لیتے تھے۔ اس کا دائیں جانب اڑنا مبارک سمجھا جاتا تھا اس کی ان کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں تھی البتہ اس کے بائیں جانب پرواز کرنے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ یہ نحوست کی علامت تھی چنانچہ "تطیر" بد فالی ہی کو کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس طرح کے اوہام کو ختم کردیا البتہ کسی موقع پر کسی کی زبان سے کوئی اچھا کلمہ نکل جائے تو اس سے خوشی محسوس کرنا ایک فطری بات ہے اس سے اسلام منع نہیں کرتا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| لا طیرۃ وخیرھا الفال قالوا وما الفال قال الکلمۃ الصالحۃ یسمعھا احدکم[2] | پرندوں کے ذریعہ شگون لینا صحیح نہیں ہے اس میں بہتر چیز فال ہے لوگوں نے پوچھا فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات جو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے۔ |

---

[1] فتح الباری ، ۱۰/۱۶۵ [2] بخاری کتاب الطب باب الطیرۃ۔

زیر بحث حدیث میں دوسری بات یہ کہی گئی ہے۔

لا یکتوون — اور وہ داغ نہیں لگواتے۔

بعض امراض میں لوہا گرم کر کے داغ دیا جاتا تھا۔ عربوں میں یہ احساس تھا کہ اس سے بیماری کا بالکلیہ استیصال ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی احتیاطی طور پر بھی داغ لگوایا جاتا تھا یہ ایک بہت ہی سخت اور تکلیف دہ علاج ہے۔ اس میں بے احتیاطی سے نقصان پہونچنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور علاج اس کی افادیت تو تسلیم کی ہے لیکن جہاں تک ہو سکے اس سے بچنے کی تلقین کی ہے اور بلا ضرورت اس علاج کو ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الشفاء فی ثلاث شربۃ عسل وشرطۃ حجم وکیۃ نار وانھی امتی عن الکی لہ — شفاء تین چیزوں میں ہے شہد کا گھونٹ پچھنے کا نشان، اور آگ سے داغ لگانا میں اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں۔

نھی النبی ص عن الکی فاکتوینا فما افلحنا ولا انجحنا لہ — نبی صلعم نے داغ لگوانے سے منع فرمایا (حرام نہیں قرار دیا) ہم نے داغ لگوایا، لیکن ہم نے فلاح نہیں پائی اور کامیاب نہیں ہوئے۔

ان احادیث میں داغ کے ذریعہ علاج کی جو ممانعت ہے وہ حرمت کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے کراہت، اور ناپسندگی کا اظہار ہوتا ہے اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ

---

لہ بخاری کتاب الطب باب الشفاء فی ثلاث، ۲ے ابوداؤد کتاب الطب باب فی الکی،

نے وقت ضرورت اس پہ عمل کیا ہے اگر یہ طریقۂ علاج ممنوع یا حرام ہوتا تو ظاہر ہے صحابہ کرامؓ اس سے بالکل اجتناب فرماتے لیکن ان احادیث سے بہر حال یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر داغ لگوانا یا احتیاطی تدبیر کے طور پہ اس پر عمل کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اوپر کی حدیث میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو اس ناپسندیدہ علاج سے حتی الوسع پرہیز کرتے ہیں۔

تیسری صفت جس کا حدیث میں ذکر ہے وہ یہ ہے :۔

ولا یسترقون — وہ جھاڑ پھونک نہیں کرتے ہیں۔

اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ دور جاہلیت میں جھاڑ پھونک کا رواج تھا۔ اس میں غیر اسلامی اور مشرکانہ تصورات بھی شامل ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا لیکن اگر اس طرح کی خرابی نہ ہو تو اس کی اجازت بھی دی۔ عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا :۔

اعرضوا علیّ رقاکم لا باس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک[1]

جو جھاڑ پھونک تم کرتے ہو اسے میرے سامنے پیش کرو اگر جھاڑ پھونک میں شرک کی آمیزش نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جھاڑ پھونک کو علماء نے تین شرائط کے ساتھ بالاتفاق جائز قرار دیا ہے ایک یہ کہ اللہ کے کلام اور اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی جائے۔ دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو یا کسی اور زبان میں ہو تو اس کا معنی و مفہوم سمجھ میں آئے تاکہ اس میں کوئی غلط بات شامل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔ تیسری یہ کہ جھاڑ پھونک کے بارے میں یہ اعتقاد نہ ہو کہ بذات خود اس میں تاثیر ہے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] مسلم کتاب السلام۔ باب استحباب الرقیۃ من العین الخ۔

حکم سے اس میں تاثیر پیدا ہوتی ہے[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہ جھاڑ پھونک سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ مشرکانہ کلمات کے ذریعہ جھاڑ پھونک سے منع کیا گیا ہے۔

جہاں تک اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی دعاؤں کا تعلق ہے ان کے جواز بلکہ استحباب میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے پھر ان کے ترک کو افضل کیسے کہا جا سکتا ہے حدیث میں جس یقین اور توکل کی تعلیم دی گئی ہے، یہ دعائیں اسے مضبوط اور اس میں اضافہ کرتی ہیں

سوال یہ ہے کہ اگر حدیث میں غلط یا ناپسندیدہ طریقوں سے اجتناب کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو اس سے ہر مومن بچتا ہی ہے اور اسے فی الواقع بچنا بھی چاہئے پھر ان ستر ہزار کی کیا خاص فضیلت ہے جب کہ حدیث بتاتی ہے کہ ان کو دوسروں پر امتیاز اور فضیلت حاصل ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بیماری خاص طور پر جب کہ وہ طول کھینچ جائے یا پیچیدہ شکل اختیار کرلے تو علاج کے صحیح اور پسندیدہ طریقوں ہی پر قناعت کرنا بہت مشکل ہے صحت اتنی عزیز ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں بہت سے نیک اور صالح لوگ بھی حرام اور ممنوع دواؤں کے استعمال سے باز نہیں رہتے۔ خدا پر ان کا یقین بھی کمزور پڑنے لگتا ہے۔ اور بڑی آسانی سے جادو منتر، ٹونوں اور ٹوٹکوں اور قبروں اور مزاروں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ اس وقت علاج کے جائز طریقوں ہی پر اکتفا کرنا، غیر اللہ سے استعانت نہ چاہنا اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا بڑے دل گردے کا کام

---

[1] فتح الباری، ۱۰/ ۱۵۲ امام خطابیؒ فرماتے ہیں۔ فاما الرقی فالمنھی عنہ ھو ما کان منھا بغیر لسان العرب فلا یدری ما ھو ولعلہ قد یدخلہ سحرا او کفر اما اذا کان مفہوم المعنیٰ و کان فیہ ذکر اللہ تعالےٰ فانہ مستحب متبرک بہ واللہ اعلم۔ معالم السنن ۴/ ۲۲۶

ہے اس کے لئے بڑے ایمان ویقین اور توکل کی ضرورت ہے۔

حدیث سے بظاہر یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ اس طرح کے اصحاب توکل امت میں صرف ستّر ہزار ہوں گے۔ لیکن اس طرح کے اعداد کثرت کے اظہار کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان خصوصیات کے افراد کی تعداد بھی اس امت میں چھوٹی موٹی نہ ہوگی بلکہ بہت بڑی ہوگی۔

---


# عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

تالیف:- جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق پروفیسر عربی دلی یونیورسٹی

اردو زبان میں پرانے ہندوستان کے تمدن، مذہب اور علوم کے بارے میں اب تک عربی تحریروں کا تفصیلی تحقیقی اور تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا تھا۔ تھوڑا بہت اگر کچھ ہوا بھی تھا تو اس کی حیثیت ادھورے غلط تراجم اور خلاصہ تک ہی محدود تھی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اہتمام کے ساتھ پرانے ہندوستان (سلطان محمود غزنوی سے پہلے، یعنی نویں دسویں صدی عیسوی تک) میں ہندوستان کے مذہب، تمدن، علوم تاریخ اور تجارت وغیرہ سے متعلق امور کا عرب مؤلفین کی تحریروں اور بیانات کی روشنی میں تعارف کرایا ہے۔ ہندی عبارتوں میں، ہندی نام جو مسخ اور محرف ہو گئے تھے تاریخی شہادتوں، قرائن اور دیگر مکمل طریقوں سے تصحیح بھی فرمائی ہے، کتاب کا مطالعہ اہل علم ریسرچ کرنے والے طلباء کے لئے مفید ہے۔ صفحات ۳۲۶ قیمت ۱۵/، مجلد ۱۹/